امام اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی نماز

مولانا عبدالستار ممیانوی خطیب جامع مسجد اہلحدیث خورد ضلع جہلم

۱۔ نیت :- نیت دل کا فعل ہے۔ زبان سے مروجہ نیت کے الفاظ ادا کرنا رسول اللہؐ کے عمل سے ثابت نہیں ۔ نماز کی نیت کے طور پر جو الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں۔ وہ بالکل من گھڑت ہیں ۔ کسی حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۲۔ نماز میں ہاتھوں کا سینے پر باندھنا :- عن وائل بن حجرؓ قال:'' صلیت مع رسول اللہ ﷺ و وضع یده الیمنی علی یدهِ الیسری علی صدره'':(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۳)

ترجمہ : حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے دیکھا آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر باندھے ہوئے تھے۔ یہ روایت مراسیل ابوداؤد میں بھی موجود ہے ص ۶ فتح الغفور ص ۲۴

اس کے علاوہ :جو روایت حضرت ابی جحیفہ سے مروی ہے '' ان علیاً قال:'' السنة وضع الکف فی الصلوٰة

تحت السره" (ابوداؤد ص ۷۶ دارقطنی ص ۲۸۶)

ترجمہ : حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا مسنون طریقہ ہے ۔

وضاحت : یہ روایت صحیح نہیں ہے چوں کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے جو کہ متروک ہے اور اس کو امام احمد بن حنبلؒ ۔ یحیی بن معینؒ اور امام بخاریؒ نے اسپر سخت جرح کی ہے اور اسکو متروک کہا ہے (میزان الاعتدال للذہبی ' سنن بھیقی ص ۳۲ ۔ج ۲)

احناف کے گھر کا فیصلہ :- امیر ابن الحاجؒ (جو امام بن ہمامؒ شارح ہدایہ کے استاذ ہیں) شرح منیہ المصلی میں لکھتے ہیں : "ان الثابت من السنة وضع اليمين على الشمال ولم يثبت حديث يوجب تعيين المحل الذى يكون الوضع من البدن الا حديث وائل المذكور" یعنی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا تو ثابت ہے لیکن سوائے سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث وائل ابن حجرؓ کے (جو اوپر مذکور ہے) کسی حدیث میں تعیین ثابت نہیں ہے (کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں ؟)

تحقیق کے لیے بحر الرائق شرح کنزالدقائق ص ۳۰۳) فتح الغفور۔

۳۔ نماز میں بسم اللہ کا اونچی آواز سے پڑھنا حضرت نعیم المجمرؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں : "صليت وراء ابى هريرةؓ فقرأ (بسم الله الرحمن الرحيم) ثم قرأ بام القرآن حتى اذا بلغ (غير المغضوب عليهم ولا الضالين) فقال : آمين ۔ وقال: والذى نفسى بيده انى لا شبهكم صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم "

(نسائی ص ۱۵۱ دارقطنی ص ۱۱۵)

ترجمہ : کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپؓ نے بسم اللہ (بلند آواز) سے پڑھی اور آمین تک (سورۃ الفاتحہ) پڑھی اور آمین کہی اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔ یہ روایت سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۶ اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ سنن دارقطنی ص ۱۰۷ ج ۱ عن انسؓ)

نوٹ : یہ روایت اعلیٰ درجے کی صحیح ہے جس کی سند میں کوئی شک نہیں ۔

اسماء گرامی صحابہ کرامؓ جن سے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا ثابت ہے۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ۔(۲) حضرت عثمانؓ (۳) عبداللہ بن عمرؓ (۴) عبداللہ بن عباسؓ (۵) عبداللہ بن زبیرؓ (۶) حضرت علیؓ (۷) سمرۃ بن جندبؓ (۸) بریدہ بن حصیبؓ (۹) ابوہریرۃؓ (۱۰) ابی ابن کعبؓ (۱۱) ابو قتادۃؓ (۱۲) ابو سعیدؓ (۱۳) انس بن مالکؓ (۱۴) عبداللہ بن ابی اوفیؓ (۱۵) عمار بن یاسرؓ (۱۶) حضرت جابرؓ (۱۷) شداد بن اوسؓ (۱۸) عبداللہ بن جعفرؓ (۱۹) حسین بن علیؓ (۲۰) معاویہؓ (۲۱) ام سلمۃؓ (۲۲) نعمان بن بشیرؓ (۲۳) حکیم بن عمیرؓ (۲۴) حضرت طلحہؓ (۲۵) مجالد بن ثورؓ (۲۶) بشر بن معاویہؓ (۲۷) حسین بن عرطفۃؓ (۲۸) ابو موسیٰؓ

یہ ۲۸ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح تابعینؒ بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: "اما التابعون و من بعد هم ممن قال بالجهر بها فهم اکثر من ان یذکروا واوسع ان یحصروا" :یعنی تابعین اور ان کے بعد لوگ جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں ان کی تعداد ذکر کرنے سے زیادہ ہے اور احاطہ شمار سے باہر ہے۔

اس کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں : اجتمع آل رسو ل اللهﷺ علی الجهر بسم الله الرحمن الرحیم ۔یعنی آئمہ اہل بیت کا بسم اللہ اونچی پڑھنے پر اجماع ہے ۔ (نیل الاوطار ص ۹۱ ج ۱)

۴ ۔امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا:۔حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے " ان رسول اللهﷺ قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب "

یعنی آپﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اسکی نماز نہیں ہے (صحیح بخاری)

انہی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں " قال رسول اللهﷺ لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحه الکتاب خلف الامام" کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایا :جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اسکی نماز نہیں ہوتی (سنن بیہقی وکتاب القرأۃ ص ۴۷)

ان دونوں روایات کی اسناد بالکل صحیح ہیں ۔

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی روایت بخاری ' مسلم 'ابوداؤد 'ترمذی 'ابن ماجہ 'سنن بیہقی 'دارقطنی 'طبرانی وغیرہ میں موجود ہے ۔

اس کے علاوہ:۔ وہ تمام روایات جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں ہیں ان میں سے کوئی بھی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ۔ : مثلاً "عن جابرؓ قال قال رسول اللهﷺ من کان له امام فقرأ ة الامام له قرأ ة "(رواہ ابن ماجہ)

یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے لیے امام ہو تو امام کی قرات اس کے لیے قرات ہے ۔

احناف کے گھر کا فیصلہ :- اسی لیے مولانا عبدالحی حنفی لکھنویؒ فرماتے ہیں ۔" لم يرد في حديث مرفوع صحيح النهي عن قرأة الفاتحة خلف الامام وكل ما ذكروه مرفوعا اما لا اصل له واما لا يصح "

(تعلیق المجد علی مؤطا امام محمد ص ۱۰۱)

یعنی کسی بھی صحیح مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت نہیں اور ممانعت کے بارے میں جو بھی روایت بیان کی جاتی ہے اسکی یا تو کوئی اصل نہیں ہے یا بے بنیاد ہے ۔

اسی طرح : ملا احمد جیونؒ حنفی استاذ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ اپنی تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے بڑے بڑے مشائخ کو دیکھو تو وہ سب کے سب مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو اچھا جانتے ہیں (تفسیر احمدی ص ۲۸۱)

امام شعرانی کا فتوی : فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔(میزان الکبری)

اسی طرح حنیفہ کی کتب مثلاً درایہ ص ۹۶ عمدۃ الرعایہ ۱۷۳ غیث الغمام ص ۱۵۶ غنیۃ الطالبین ص ۸۵۳ میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے ۔

۵۔ آمین بلند آواز سے کہنا :- جس نماز میں قرأت اونچی آواز سے کی جائے اس نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد بلند آواز سے آمین کہنی چاہیے۔ " عن وائل بن حجرؓ انه صلى خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فجهر بآمين "حضرت وائل حجرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ "ابو داؤد ص ۱۳۴"

بلند آواز سے آمین کہنے کی روایات بخاری ،مسلم ،ترمذی ،ابو داؤد ،ابن ماجہ ،نسائی ،سنن بیہقی ،**دارقطنی** وغیرہ میں بسند صحیح ثابت ہیں ۔

علمائے احناف کا اقرار :- مولانا عبدالحئ حنفی لکھتے ہیں ۔ " والانصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل " یعنی انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دلیل کی رو سے بلند آواز سے آمین کہنا زیادہ قوی ہے۔(التعلیق المجد ص ۱۰۳)

شیخ ابن ھمامؒ حنفی کا فیصلہ :- فرماتے ہیں : " ولو کان الی فی ھذا الشیئی لرفعت بان روایة الخفض یرادبھا عدم القرع العنیف وروایة الجھر بمعنی قولھا فی زبرالصوت وذیلہ یدل علی مافی ابن ماجة کان علیه الصلوة والسلام اذا تلی : (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) قال: آمین حتی یسمع من فی الصف الاول فیرتج بھا المسجد " (فتح القدیر ج۱ص ۱۱۷)

یعنی اگر یہ معاملہ میرے سپرد ہو تو میں اس اختلاف کو یوں رفع کروں گا کہ آہستہ کی روایت کے معنی زیادہ زور (چیخ والی) آواز سے نہ کہنا ہے اور جہر والی روایت کے معنی یہ ہیں کہ درمیانی آواز سے کہی جائے اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ جب (غیر المغضوب والا الضالین) پڑھتے تھے تو آپ ﷺ آمین کہتے یہاں تک کہ وہ لوگ جو پہلی صف میں ہوتے تھے سن لیتے تھے پس (مقتدیوں کی متفقہ آواز کی) آمین سے مسجد نبوی گونج اٹھتی ۔

اسی طرح عمدۃ الرعایہ حنفی مذہب کی کتاب میں بھی ص ۱۶۷ پر درج ہے۔

اورجو روایت :- آمین آہستہ کہنے کے سلسلے میں بیان کی جاتی ہے ۔وہ کمزورترین ہے مثلاً " عن وائل بن حجرؓ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فلما قرأ (غیر المغضوب علیھم ولاالضالین) قال آمین و اخفی بھا صوته "

یعنی حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی روایت ہے کہ ہمیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پڑھائی پس جب آپؐ نے (غیر المغضوب علیھم ولاالضالین) پڑھا تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کیا (بحوالہ **دارقطنی** ص ۳۳۴ ج۱)

نکتہ خاص :- اصل اور صحیح حدیث حضرت وائل بن حجرؓ سے جو مروی ہے اس میں آمین اونچی کہنے کا ذکر ہے (مسند احمد 'ابوداؤد 'ترمذی 'نیل الاوطار ص ۲۵۰ جز(۲))

مذکورہ روایت میں راوی کا وہم ہے شعبہ سے اس کے متن اور سند میں اضطراب ہوا ہے اس لیے یہ روایت قابل تسلیم نہیں چوں کہ اس میں ضعف کی علت موجود ہے۔اس کی تفصیل نیل الاوطار اور تلخیص الحبیر ص ۲۳۷ ج۱ میں موجود ہے ۔

بلکہ یہی روایت بلند آواز سے آمین کہنے والی حضرت وائل بن حجرؓ **دارقطنی** میں موجود ہے جلد ۱

کسی بھی صحابیؓ سے آہستہ آمین کہنے کی روایت ثابت نہیں (تحفۃ الاحوذی ج۱)

۶۔نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا

افتتح الصلوۃ اذا کبر للرکوع واذ رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذالک"

یعنی رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، **دارقطنی**، بیہقی، دارمی تلخیص الحبیر میں روایت کیا گیا ہے اور اسکی سند اعلی درجہ کی صحیح ہے۔

اسی لیے امام علی بن مدینیؒ :- فرماتے ہیں: "هذا الحديث حجة على الخلق كل من سمعه فعليه ان يعمل به لانه ليس في اسناده شيئى" یہ حدیث مخلوق کے لیے حجت ہے پس جو بھی اس حدیث کو سنے اسکو چاہیے کہ اسپر عمل کرے چوں کہ اس کی سند میں کوئی شک نہیں۔(تلخیص الحبیر ابن حجرؒ ص ۸۱ مطبوعہ دہلی)

اس سنت پر خلفائے راشدینؓ اور تمام صحابہ اکرامؓ کا اتفاق ہے(مستدرک حاکم ج ۱ رسالہ بخاری ص ۸)

نماز میں چار مقام پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے :- ۱۔ نماز شروع کرتے وقت ۲۔ رکوع کرتے وقت ۳۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت ۴۔ جب دو رکعت پڑھ کر آدمی تیسری رکعت پڑھنے کے لیے اٹھے۔

(بحوالہ سنن ابوداؤد ج ۱۔ فتح الباری، تلخیص الحبیر ج ۱)

رفع الیدین کے سلسلہ میں چار سو (400) آثار و روایات آئی ہیں۔(سفر السعادۃ: ۹)

اس کے علاوہ جو روایت :- بحوالہ نسائی، ترمذی، اور طحاوی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "الا اخبركم بصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد" یعنی کیا میں تمہیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی نماز کے متعلق نہ بتاؤں؟ تو آپ نے (نماز پڑھ کر دکھائی) اور پہلی مرتبہ ہی ہاتھ اٹھائے۔

وضاحت :- یہ حدیث صحیح نہیں ہے ابوداؤد ص ۲۷۳ ج ۱۔ تخریج ھدایہ للزیلعی ج ۱ ص ۲۰۷۔ تلخیص الحبیر ص ۸۳۔ تمہید شرح مؤطا ابن عبدالبر۔ نیل الاوطار ص ۱۹۴ ج ۱۔

علماء احناف کا اقرار :- مولانا عبدالحئیؒ حنفی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کا ثبوت نبی علیہ الصلوۃ والسلام

سے ثابت ہے جولوگ رفع الیدین کے قائل نہیں ان کا قول بے دلیل ہے (التعلیق الممجد ص ۷۱ ج ۱) اسی طرح علامہ سندیؒ نے تعلیق ابن ماجہ ص ۱۴۶ ۔ج ۱ اور تعلیق نسائی ص ۱۴۰ ج ۱ میں اقرار کیا ہے۔

۷۔ نماز میں جلسہ استراحت سنت ہے :- حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں : "انہ رأی النبی ﷺ یصلی فاذا کان فی وتر من صلاتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا " رواہ البخاری، وابوداؤد و ترمذی

یعنی انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپؐ جب بھی طاق رکعت سے اٹھتے تو بیٹھ کر اٹھتے۔ اس روایت کی سند نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

اس کے علاوہ :- جو روایت ترمذی کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔ وہ روایت یہ ہے " عن ابی ھریرۃ قال کان النبی ﷺ ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ "

یعنی : حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے قدموں کے بل کھڑے ہو جاتے ۔اس کی سند میں خالد بن الیاس ہے جو کہ ضعیف ہے (سنن الکبریٰ للبیھقی ص ۱۲۴ ج ۲)

خالد بن الیاس کا ترجمہ امام ذہبی نے یوں لکھا ہے :" قال البخاری: لیس بشیی وقال احمد و النسائی متروک قال ابن معین: لیس بشیی لا یکتب حدیثہ "(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۲۷ و ص ۶۲۸)

یعنی : امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ خالد کوئی شے ہی نہیں امام احمد اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ متروک ہے ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ کچھ شی نہیں لہذا اسکی حدیثیں نہ لکھی جائیں۔

لہذا یہ روایت قابل عمل نہیں ہے کہ اسے حجت مانا جائے انتہائی درجہ کی کمزور روایت ہے ۔

۸۔ نماز میں آخری تشہد میں سرین پر بیٹھنا سنت ہے :- حضرت ابی حمیدؓ ساعدی سے روایت ہے کہ : وہ صحابہؓ کی ایک جماعت میں بیٹھے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آخری تشہد میں آپؐ سرین پر بیٹھے (بخاری ۔ نیل الاوطار ص ۳۰۷ ج ۱)

اور جو روایت مسلم کے حوالے سے :- بیان کی جاتی ہے " کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے " کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوٰۃ بالتکبیر (الی ان قالت) وکان یفترش رجلہ الیسری و ینصب رجلہ الیمنیٰ " (مسلم ص ۱۹۴ ج ۱)

یعنی نبی کریم ﷺ تکبیر سے نماز کا آغاز فرماتے (اور آخر میں) آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھا دیتے۔ اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

وضاحت:- امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں علت ہے کہ اس حدیث کو ابوجوزاءؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے جبکہ ابوجوزاء نے حضرت عائشہؓ سے نہیں سنا (نیل الاوطار ص ۳۰۷ ج ا)

اس کے علاوہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث درمیان والے تشہد کے متعلق ہے اور پہلی حدیث ابی حمید ساعدیؓ والی آخری تشہد کے بارے میں ہے اس طرح سے دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جاتی ہے لھذا آخری تشہد میں سرین پر بیٹھنا سنت ہے۔ (اس کی وضاحت نیل الاوطار ص ۳۰۵ و ص ۳۰۶ میں موجود ہے)

۹۔ فجر کی سنتوں کو بعد از جماعت سورج نکلنے سے پہلے ادا کر لینا سنت ہے:-

عن یحیی بن سعید عن ابیه عن جده انه جاء والنبی ﷺ یصلی صلوة الفجر فصلی معه' فلما سلم: قام فصلی رکعتی الفجر فقال له النبی ﷺ ماها تان الرکعتان؟ قال: لم آکن صلیتها قبل الفجر فسکت ولم یقل شیئاً (رواه الدارقطنی وقال الجزری رواته کلهم ثقات)

یعنی یحیی بن سعید اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب نماز کے لیے آیا تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی جماعت پڑھانے میں مشغول تھے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گیا جب آپؐ نے سلام پھیرا تو اس کے بعد میں نے دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یہ کونسی دو رکعتیں ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ میری فجر کی سنتیں رہ گئی تھیں۔ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہا۔

وضاحت:- صحابیؓ کی کسی بات پر آپ ﷺ کو سکوت کرنا رضا مندی کی دلیل ہے لھذا آپؐ نے اسکو درست سمجھا اور اسکو تقریری حدیث کہتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک روایت قیسؓ سے جامع ترمذی میں بھی موجود ہے اور محلی ابن حزم میں بھی ایک روایت آئی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اچھی ہے۔

اس کے علاوہ:- جو روایت حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی جاتی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا" من لم یصل رکعتی الفجر فلیصهما بعد ما تطلع الشمس " یعنی جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے (ترمذی ج ا ص ۹۴)

تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ اس کی سند درست نہیں ہے:-" فی اسناد هذا الحدیث قتادة وهو مدلس ورواه

النضربن انس با لعنعة قال الحافظ ابن حجر فی طبقات المدلسین قتادہ بن دعامة السدوسی البصری صاحب انس بن مالکؓ کان حافظ عصرہ و مشہور فی التدلیس و صفه به النسائی وغیرہ ثم ھذا الحدیث بھذا اللفظ غیر محفوظ تفرد به عمرو بن عاصم بن ھمام و خالف جمیع اصحاب ھمام فنھم رووہ بغیر ھذا اللفظ (شرح ترمذی) مختصر یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند معتبر نہیں ہے ایک تو اس میں قتادہ ہیں جو مدلس ہیں اور دوسرا عمرو بن عاصم ہے جو اس روایت میں کمزور ہے لھذا یہ روایت دلیل کے قابل نہیں۔

۱۰۔فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا سنت ہے:- حدثنایحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشةؓ اخبرته قالت: کن نساء المؤمنات یشھدن مع رسول اللہ ﷺ صلوۃ الفجر متلفعات بمروطھن ثم ینقلبن الی بیوتھن حین یقضین الصلوۃ لا یعرفھن احد من الغلس (رواہ البخاری)

یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مومن عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی اپنی چادریں منہ ڈھانپے ہوئے حاضر ہوتیں جب نماز سے فارغ ہو جاتیں اور اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ سکتا۔

وضاحت :- اس حدیث سے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنی ثابت ہوئی۔

امام حازمیؒ نے کتاب الاعتبار میں کہا ہے " تغلیس النبیؐ ثابت وانه داوم علیه الی ان فرق الدنیا ولم یکن رسول اللہ ﷺ یداوم الا علی ماھو الافضل وکذلک اصحابه من بعدہ تأسیا به ﷺ " یعنی اندھیرے میں نماز ادا کرنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے اور آپؐ تا وفات اندھیرے میں ہی نماز ادا فرماتے رہے اس کے بعد صحابہؓ بھی آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اسی پر عمل پیرا رہے۔ اور آنحضرت ﷺ صرف افضل کام پر ہی ہمیشگی فرمایا کرتے تھے

۱۱۔گرمیوں میں بھی ظہر کی نماز اول وقت پڑھنا سنت ہے

(۱)" عن جابرؓ بن سمرۃ قال کان النبی ﷺ یصلی الظھراذا دحضت الشمس " یعنی حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سورج ڈھلتے ہی ظہر کی نماز ادا فرماتے۔ (احمد، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۵۴)

(۲) بخاری شریف ج ۱ میں ہے "باب وقت الظهر عند الزوال" وقال جابرؓ: "كان النبی ﷺ يصلی بالهاجرة" باب ظہر کی نماز کا وقت زوال سے ہے (یعنی جب سورج ڈھل جائے) اور جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز جلدی پڑھتے (یعنی دوپہر کے وقت اول وقت پر)

(۳) مسلم شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا جبکہ انہوں نے گرمی کی شدت کی شکایت کی کہ ہماری پیشانیاں جل اٹھتی ہیں اس میں رخصت عطا کی جائے کہ اس کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کریں تو آپ ﷺ نے یہ شکایت منظور نہ فرمائی (فتح الباری) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ظہر کی نماز میں جلدی کرنا افضل ہے (ترمذی)

عن انس بن مالكؓ قال كنا اذا صلينا خلف رسول الله ﷺ بالظهار سجدنا على ثيابنا اتقاء الحر (بخاری شریف باب وقت الظہر عند الزوال) یعنی انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

نوٹ اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز اول وقت پر ادا کرنی چاہیے نہ کہ اس کو عصر کے اول وقت سے ملا دیا جائے۔

۱۲۔ ایک رکعت وتر پڑھنا سنت ہے :-عن ابی ایوب الانصاریؓ قال قال رسول الله ﷺ الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان يوتر بخمس فليفعل و من احب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن احب ان يوتر بواحدة فليفعل " (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ : حضرت ابی ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر پڑھنا حق ہے ہر مسلمان پر، پس جو چاہے پانچ رکعت پڑھے اور جو چاہے تین رکعت پڑھے اور جو چاہے ایک رکعت پڑھے۔

۱۳۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہنا سنت نبوی ﷺ ہے :- عن كثير بن عبدالله عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ كبر فی العيدين فی الاولی سبعاً قبل القرأة وفی الآخرة خمساً قبل القرأة"

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

یعنی حضرت کثیر بن عبداللہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرأت سے پہلے کہتے اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے کہتے۔

اس کے علاوہ جو روایت :- بیان کی جاتی ہے کہ حضرت سعیدؓ بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جنازہ کی تکبیروں کی طرح ہر رکعت میں چار تکبیریں کہتے۔ یہ روایت ابوداؤد میں ہے ۔

اس روایت میں :- ابو عائشہ اموی ہیں جو مجہول الحال ہے ۔ابن حزم نے محلی ص ۸۴ ج ۵ نصب الرایہ ص ۲۱۴ اور میزان الاعتدال ص ۵۴۲ ج ۴ میں ہے "ابوعائشه جليس لابى هريرة غير معروف " یعنی ابو عائشہ جو ابی ہریرۃؓ کا ہم مجلس اور اور غیر معروف ہے ۔ حق یہ ہے کہ یہ روایت قابل عمل نہیں ہے (مرعاۃ المفاتیح ۲ ص ۳۴۳)

۱۴۔ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے :- "عن جابرؓ بن عبدالله قال صلى بنا رسول الله فى شهر رمضان ثمان ركعات و اوتر "یعنی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم کو نبی اکرم ﷺ نے رمضان میں آٹھ رکعت (نماز تراویح پڑھائی اور وتر پڑھائے۔)

یہ حدیث طبرانی نے صغیر میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں محمد بن نصر نے قیام اللیل میں ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے روایت کی ہے ۔

امام ذہبیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :" اسناده وسط " (میزان ص ۳۱۱ ج ۲) یعنی اس کی سند اچھی ہے ابن حجر بھی یہی کہتے ہیں (فتح الباری) آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا ثبوت صحاح ستہ میں موجود ہے۔

علمائے احناف کا فیصلہ :- علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں" لا مناص من تسليم ان تراويحة عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت فى رواية من الروايات انه عليه السلام صلى التراويح والتهجد على حدة فى رمضان " یعنی یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام نے آٹھ رکعت ہی تراویح پڑھی ہے (العرف الشذی ص ۲۰۱)

اس کے علاوہ :- جو روایات بیس رکعات کی بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ۔

تحقیق کے لیے" تحفۃ الاحوذی ،مرعاۃ المفاتیح، ابکار المنن ،فتح الباری ،نصب الرایہ ،عمدۃ القاری ،فتح القدیر ،شرح ھدایہ وغیرہ۔

١٥۔ دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا سنت ہے :-

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سفر کے دوران نماز ظہر اور عصر جمع کر لیا کرتے تھے ۔ اسی طرح مغرب اور عشاء بھی جمع کر لیتے تھے "یجمع بین صلوة الظہر و العصر اذاکان علی ظہر سیر و یجمع بین المغرب و العشاء (بخاری)

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز مدینہ میں سفر کے علاوہ (حضر میں بھی) جمع کر کے پڑھیں چنانچہ صحیح مسلم ص ۲۶۶ ج ۱ میں ہے "صلی رسول اللہ ﷺ بالمدینة فی غیر خوف ولا سفر " ابو زبیرؒ نے کہا میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے ایسا کیوں کیا؟ تو سعید بن جبیرؒ نے جواب دیا۔ میں نے بھی یہی مسئلہ عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا : ابن عباسؓ نے فرمایا : کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا یہ تھی کہ اپنی امت میں سے کسی کو تنگی نہ ہو ۔ اسی طرح تقریباً دس کے قریب احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں ۔

١٦۔ نماز مغرب سے پہلے (بعد از اذان) نفل پڑھنا :-

عن عبداللہ ابن مغفلؓ ان النبی ﷺ قال : " صلوا قبل المعرب' صلو اقبل المغرب " ثم قال فی الثالثة : " لمن شاء" (بخاری) ترجمہ : حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ سے روایت ہے کہ بیشک آنحضرت ﷺ نے فرمایا : مغرب سے پہلے (دو رکعت ' نفل) نماز پڑھو' مغرب سے پہلے نماز پڑھو' تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا : جو چاہے پڑھے۔ "عن عبداللّٰہ بن بریدةؓ ان عبداللہ المزنی حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی قبل المغرب رکعتین"

یعنی عبداللہ بن بریدةؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ مزنیؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب سے پہلے (بعد از اذان) دو رکعتیں پڑھیں ۔ (صحیح ابن حبان ص ۱۶۳ ۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۲ مصری ۔ تحفة الاحوذی شرح الترمذی ج ۱) اس سلسلہ میں تقریباً آٹھ روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اور بہت سے آثار مروی ہیں جو کہ محلی ابن حزم میں موجود ہیں نیز سنن بیہقی میں اس کی بہت ہی تفصیل آئی ہے ج (۲) **اس کے علاوہ :-** جو روایات نہ پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔ تحقیق مزید : (مرعاة المفاتیح جلد دوم ص ۱۴۵ تا ص ۱۴۷ تحفة الاحوذی ج ۱ محلی ابن حزم' فتح الباری ' مسلم شریف مع شرح النووی)

وما توفیقی الا باللہ ز علیہ توکلت والیہ انیب